

## آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا

مبارک حسین مصباحی

**سورہ** کوین صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ وجیہ و شکیلی تھے، ایک دن وہ اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے ساتھ مکے کی شاہراہ سے گزر رہے تھے۔ سرراہ بنو سعد کی ایک دو شیزہ کھڑی تھی، جسے قبیلہ بنو سعد میں مملکۂ حسن کہا جاتا تھا۔ یہ جواں سال دو شیزہ لہنی سحر طراز جلوہ سامانیوں کے لیے بھی عربوں میں مشہور تھی۔ اس پیکرِ جمال کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے مردانِ عرب سراپا شوق رہتے تھے۔ اس زہرہ جمال دو شیزہ کی نظر جب حضرت عبد اللہ کی نورانی پیشانی پر پڑی تو بے خود ہو گئی۔ دو شیزہ کی تمام تر خود داریوں کے باوجود دل کا مدعا زبان پر آ ہی گیا۔ حضرت عبد اللہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے عبد اللہ! کہاں جا رہے ہو؟ اگر تم اس وقت میرے ساتھ چند لمحے خلوت کے گزار لو تو میں تمہیں سواونٹ پیش کروں گی، اس کے علاوہ جو تم چاہو گے پیش کر دیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ نے اس وقت یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا، اس وقت میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ہوں، اس لیے سر دست میرا کہیں جانا ممکن نہیں۔

حضرت عبدالمطلب ایک حساس اور دور اندیش بزرگ تھے۔ انھوں نے گھر کا راستہ بدل کر وہب بن عبد مناف کے گھر کا رخ کر دیا۔ ابتدائی گفتگو کے بعد حضرت عبدالمطلب نے انھیں ان کی پاک بازیٹی سیدہ آمنہ کے لیے رشتہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبد اللہ جیسے اعلیٰ خاندان کے شکیلی رعنا سے رشتہ بھلا کون ٹھکراسکتا تھا۔ جب معاملات طے ہو گئے تو آپ نے اسی وقت حضرت عبد اللہ کا نکاح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور اسی دن رخصتی بھی ہو گئی۔ سیرت نگار حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ”سیدہ آمنہ بنو زہرہ کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں۔ فہم و خرد، جلال و جلال اور حسن و جمال میں اس قبیلے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ خاندانی اعتبار سے بھی انھیں قدر و منزلت حاصل تھی۔“ پہلی ہی شب میں وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں چمک رہا تھا، حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا۔ دوسرے دن کچھ وقت نکال کر حضرت عبد اللہ قبیلہ بنو سعد کی اس دو شیزہ کے گھر پہنچے تو اس نے خلاف توقع کوئی توجہ نہیں کی۔ کل تک جو خاتون چند لمحوں کی خلوت کے لیے سواونٹ اور منہ مانگے تحفے دینے کے لیے بے چین تھی، آج بات کرنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ جب حضرت عبد اللہ نے اس بے التفاتی کی وجہ دریافت کی تو یہ روایت ابن اسحاق اس کا جواب یہ تھا: ”کل میں اس نور جہاں تاب پر عاشق ہو گئی تھی جو تمہاری بلند اقبال پیشانی میں چمک رہا تھا مگر اب وہ میری آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید تم رات کہیں اور گزر کر آئے ہو، اب وہ نور کہیں اور منتقل ہو گیا۔“

حضرت ابن عباس روایت فرماتے ہیں: جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ کی جبین سعادت سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ کے شکم طاہر میں قرار پذیر ہوا تو قریش کے تمام جانوروں کو قوت گویائی مل گئی اور وہ باہم یہ مژدہ سنار ہے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ میں منتقل ہو گئے۔ کعب الاحبار کی روایت ہے کہ اس رات بساطِ ارض کے کناروں سے لے کر آسمان کی طنابوں تک یہ صدا اے دل نواز گونج اٹھی تھی کہ نور محمدی شکم مادر میں منتقل ہو گیا۔ اے آمنہ! مبارک ہو۔ اصنام باطل سرنگوں ہو گئے۔ ان دنوں قریش سخت فطخ کے دور سے گزر رہے تھے، نان شبینہ تک کے لالے پڑے ہوئے تھے، یکایک کھیتیاں ہری بھری ہو گئیں، درختوں پر پھولوں کی بہار آگئی، قبیلہ قریش کے پاس ہر طرف سے تحفے اور نذرانے آنے لگے۔ نور محمدی کی برکت سے یہ سال تارتخیز نہیں فرحت و خوش حالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت آمنہ کے ایام حمل کی کیفیت بھی عام خواتین سے بالکل منفرد تھی۔ آپ خود فرماتی ہیں: مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا، جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے، مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہ واری بند ہو گئے ہیں۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا: اے آمنہ! کیا تمہیں اپنے حاملہ ہونے کا علم ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تمہارے بطن میں اس وقت امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہے۔

(الوفاء، ابن جوزی، ج: ۱، ص: ۸۸)

ابن اسحاق اپنی سیرت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ”حمل قرار پانے کے بعد ایک نبی آواز میرے کانوں میں آئی، اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے حمل میں کون سی شخصیت ہے؟ یہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جب وضع حمل ہو تو اس وقت یہ دعا کرنا: ”اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد۔“ اور اس ماہ تا نبوت کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل میں نے دیکھا کہ ایک نور میرے جسم سے نکلا جو سارے عالم کو محیط ہو گیا اور پھر اس کے بعد ایک نوری شعلہ پھوٹی جس کی روشنی میں ملک شام کا شہر بصری نظر آنے لگا۔

اب وہ دل افروز ساعت قریب آنے والی ہے جس کا انتظار صدیوں سے تھا۔ ربیع النور کا بہار افزا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ۱۲ ربیع الاول دو شنبہ کا دن آگیا۔ آہستہ آہستہ شب کی سیاہی چھٹنے لگی۔ اب صبح صادق کی وہ پر نور گھڑی آگئی، جب جو اس سال بوہ حضرت آمنہ کے حسرت ویاس میں ڈوبے ہوئے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔ یہ یتیم دیتیم تھا، مگر یتیموں کا ماوا و طبابن کر آیا تھا۔ یہ حرماں نصیبوں کے لیے امید کی کرن بن کر نمودار ہوا تھا، یہ صدیوں سے ظلم و ستم کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کے لیے مژدہ جاں فزا بن کر آیا تھا، یہ صنم پرستی کے عہد میں خدا پرستی کا پیغام بن کر آیا تھا، یہ ستم رانیوں کے دور میں رحمت و دعا عالم بن کر آیا تھا۔

جس سہانی گھڑی چو کا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت یہ لاکھوں سلام

سیرت ابن اسحاق کی یہ روایت آج بھی آنکھوں کو نور اور دلوں کو قرار پہنچاتی ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”جس شب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت ہوئی، میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے بارش کی طرح مجھ پر برسنے والے ہیں اور نبی پاک کے چہرہ زریبا کے مشتاق ہیں۔“ آپ فرماتی ہیں: ”جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے، آپ نے سر مبارک اٹھایا اور آسمان کی جانب رخ کر کے دست بہ دعا ہو گئے۔“ فرماتی ہیں: ”شب ولادت ایوان کسری کے چودہ کنگرے گر گئے، پارسیوں کے آتش کدے کی وہ آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی۔“

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں: میں اس وقت کعبہ میں تھا، میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سر بسجود، سر کے بل گرے پڑے ہیں اور دیوار کعبہ سے یہ آواز آ رہی ہے:

”ولد المصطفى والمختار الذی تھلک بیدہ الکفار ویطہر من عبادۃ الاصنام ویأمر بعبادۃ الملک العلام۔“

مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوا، اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہو گا، وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا جو

حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

حضرت شیخ اسماعیل زہبانی خطیب بغدادی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے فرمایا:

”جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، میں نے ایک بڑا سا بادل دیکھا جس کی چمک میں نے گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پردوں کی سرسراہٹ اور انسانوں کی گفتگو سنی۔ پھر ایک منادی نے یہ ندا کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی سیر کر او، جنوں، انسانوں کے مقدس افراد اور فرشتوں، پرندوں اور وحشی جانوروں سے روشناس کرو اور آپ کو حضرت آدم کا خلق، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلعت، حضرت اسماعیل کی زبان، حضرت اسحاق کی رضا، حضرت صالح کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی سختی، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی طاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کی صیانت، حضرت دانیال کی محبت، حضرت الیاس کی وفا، حضرت یحییٰ کی پرہیز گاری، حضرت موسیٰ کا زہد عطا کردو اور انبیاء کے اخلاق سے سجادو۔“

اسی کے بعد انوار محمدی میں یہ روایت بھی ہے کہ اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو روشن نہ ہو، کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہو اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جو بول نہ اٹھا ہو۔

شیخ احمد زینی دحلان کی ”السیرۃ النبویۃ“ کے حوالے سے ”ضیاء النبی“ میں ہے: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ ان لوگوں سے روایت کرتی ہیں جو ولادت باسعادت کے وقت موجود تھے۔ آپ نے کہا: مکہ میں ایک یہودی سکونت پذیر تھا۔ جب وہ رات آئی جس میں

اللہ کے پیارے رسول کی ولادت باسعادت ہوئی، تو اس یہودی نے قریش کی ایک محفل میں جا کر پوچھا: اے قریش! کیا تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قوم نے اپنی بے خبری کا اظہار کیا۔ اس یہودی نے کہا: میری بات خوب یاد کر لو، س رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اے قریش! وہ تمہارے قبیلے میں سے ہو گا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہو گا۔ لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر شخص نے اپنے اہل خانہ سے پوچھا، انھیں بتایا گیا کہ آج رات عبد اللہ بن عبد المطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ جسے محمد کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لوگوں نے یہودی سے آکر بتایا۔ اس نے کہا، مجھے لے چلو اور اس نونو مولود بچے کی زیارت کرو۔ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے حرمینور میں آئے۔ انھوں نے حضرت آمنہ سے کہا، ہمیں اپنا فرزند دکھاؤ۔ وہ اپنے لخت جگر کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئیں، انھوں نے اس بچے کی پشت سے کپڑا ہٹایا تو پشت پر بالوں کا گچھا دیکھ کر وہ یہودی غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا، تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ اس نے بصد حسرت کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ اے قبیلہ قریش! تم خوشیاں مناؤ، اس مولود و مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔ (مخصّصاً: ضیاء النبی، ج: ۲، ص: ۳۲)

جب نور برسنا تھا ہوا آفتاب قدس طلوع ہوا تو کائنات کی ہر چیز مسرتوں کے شادیاں بجا رہی تھی، عرش و فرش میں چراغاں ہی چراغاں تھا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی والدہ الشفا کہتی ہیں: ”اس نور جسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔“ کہکشاں بساطِ حرم کے بوسے لے رہی تھی۔ حضرت عبد المطلب یہ حیرت انگیز مناظر دیکھ کر پکار اٹھے: ”لَيْكُونَنَّ لِابْنِي بَشَائِرٌ“ (میرا یہ بچہ بڑی شان و شوکت والا ہو گا)۔ یہ نور و سرور کا عالم فرشِ زمین پر ہی نہیں تھا بلکہ افلاک پر فرشتے بھی عالم مسرت میں سجد و شکر ادا کر رہے تھے، مگر اس بھری کائنات میں ایک تھا جو ناک بھوں چڑھا کر بیٹھا تھا۔ اپنی بد بختی اور حرماں نصیبی پر اشک بہا رہا تھا وہ ذات والا خرافات ابلیس ملعون کی تھی۔

روض الانف میں حضرت قاسم سہیلی لکھتے ہیں:

”ابلیس ملعون زندگی میں چار بار چیخ مار کر رویا پہلی بار جب اس کو ملعون قرار دیا گیا، دوسری بار جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔ تیسری بار جب سرکارِ دو عالم کی ولادت باسعادت ہوئی، چوتھی بار جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔“ (بحوالہ ضیاء النبی، ج: ۲، ص: ۵۶)

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی جلوہ گری بنی نوع انسان پر احسانِ عظیم ہے۔ اور امتِ مسلمہ کے لیے تو اس سے بڑی کوئی نعمت ہے ہی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ.“ (آل عمران: ۱۶۳)

(ترجمہ) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے۔

اگر آپ نے قرآنِ عظیم کو مانا ہے تو اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا ہو گا کہ رسول کریم کی جلوہ گری ہمارے لیے اللہ کی سب سے عظیم نعمت و رحمت ہے اور اس نعمت سے مسلسل فیض و برکت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی نعمت و رحمت کا شکر ادا کیا جائے۔ یہ فلسفہ شکر و نعمت بھی ہمیں قرآن ہی سے ملا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

”وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ.“ (سورہ ابراہیم: ۷)

(ترجمہ) اور یاد کرو جب مطلع فرمایا تمہارے رب نے کہ اگر سابقہ احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ

کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقیناً میرا عذاب شدید ہو گا۔

یہ ایک فطری بات ہے، جب کسی کو کوئی انعام دیا جاتا ہے تو اس کا دل فرط مسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ انعام جتنا عظیم ہو گا فرحت و انبساط کا عالم بھی اتنا ہی دو بالا ہو گا۔ یا یوں سمجھیے کہ انعام پانے والے کے دل میں انعام و اکرام کی جتنی قدر و قیمت ہوگی، انبساط کے جذبات کی کیفیت بھی اسی قدر فروں تر ہوگی۔ اظہارِ مسرت اور شکرانِ نعمت کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کفرانِ نعمت کے انداز بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ قرآنِ عظیم میں فضل و رحمت پر اظہارِ مسرت کا حکم کتنے دل آویز انداز میں دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ قَبِدَا لَكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ.“

”اے حبیب! آپ فرمائیے، اللہ کا فضل اور اس کی رحمت پر چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں، یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔“ (سورہ یونس: ۵۸)

قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اَلَمْ يَنْعَمْتَ عَلٰى رَبِّكَ فَكَلِّثْ.“ اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔ (سورہ الضحیٰ: ۱۱)

اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ شرعی حد بندیوں کے ساتھ اظہارِ مسرت کیسے کیا جائے، مگر اتنا تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مسرتوں کا اظہار چرانگوں کو بچھا کر نہیں بلکہ چرانغاں کر کے کیا جاتا ہے، ناک بھوں چڑھا کر بند کمروں میں بیٹھ کر نہیں بلکہ رسولِ رحمت کی بزمیں سجا کر کیا جاتا ہے، ہانڈیاں لٹنے سے نہیں بلکہ اہلِ محبت کے لیے دسترخوان لگا کر کیا جاتا ہے۔ ہر ملک و قوم میں اظہارِ مسرت کے الگ الگ انداز ہیں۔ جب دلوں میں خوشی کے جذبات امنڈ کر آتے ہیں تو وہ اپنے ظہور کے راستے خود نکال لیتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول شریف میں میلادِ مصطفیٰ کی مجلسیں سجانا، سلام و نعت کے نغمے سنانا، گھر گھر چرانغاں کرانا، احباب و مساکین کو کھانا کھلانا، صدقات و خیرات کی سبلیں لگانا اور عشق و محبت سے سرشار ہو کر جلوس نکالنا، مسرت و شادمانی کے انتہائی باہرکت انداز ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں یہ روایتیں عہدِ صحابہ ہی سے جاری ہیں۔ زمانے بدلتے رہے، شکر ان نعمت اور اظہارِ مسرت کے انداز بھی بدلتے رہے۔

دامغوں کے یقین کے بعد دلوں کے اطمینان کے لیے اسلاف و اکابر کی محفلوں میں چلتے ہیں: خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”وہ شخص جو میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی میں ایک درہم بھی خرچ کرے گا قیامت کے دن وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔“ (النعمة الکبریٰ)

خلیفہ دوم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جس شخص نے ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی، گویا اس نے اسلام کو زندہ کر دیا۔“ (النعمة الکبریٰ)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جس آدمی نے میلادِ النبی علیہ التحیۃ والتسلیۃ کی تقریب سعید پر ایک درہم خرچ کیا، گویا وہ بدر و حنین میں شریک ہوا۔“ (النعمة الکبریٰ)

خلیفہ رابع حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”میلاد منعقد کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا۔“ (النعمة الکبریٰ)

جلوس و میلاد کے یہ دل کش انداز جو عالم اسلام میں آج نظر آتے ہیں۔ قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوئے اور یہی کیا موجودہ طرز کے یہ مدارس اور دارالعلوم، یہ قاعدہ بغدادی سے دور حدیث تک کا موجودہ نصاب و نظام۔ یہ دستار بندی کے جلسے، یہ ملکی و عالمی اجتماعات، یہ مذہبی کانفرنسیں اور دارالعلوموں کے صد سالے، سب بعد ہی کی پیداوار ہیں، مگر یہ سب کے نزدیک باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ اسی طرح غلاموں نے اپنے آقا مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں کی محفلوں میں بھی اظہارِ محبت کے نئے نئے انداز تراشے ہیں اور میلاد کی محفلوں کے یہ انداز بھی صدی دو صدی کی بات نہیں بلکہ صدیوں پرانی روایت ہے۔ محدثِ جلیل حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

”موجودہ صورت میں محفلِ میلاد کا انعقاد قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوا، پھر اس وقت کے تمام ملکوں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں، اس کی راتوں میں صدقات و خیرات سے فقرا و مساکین کی دل داری کرتے رہے ہیں، حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ فضل عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے۔ (ضیاء النبی، ج: ۲، ص: ۴۷)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی شاہ اربل ملک مظفر ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ذوق و شوق سے اس محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ مشہور محدث حافظ ابن دحیہ نے جب میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنی کتاب ”التنویر فی مولد البشیر النذیر“ تاج دار اربل کے سامنے

پیش کی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے اور حافظ ابن دحبیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کیں۔ سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”مرآة الزمان“ میں عاشق رسول ملک مظفر کے جشن عید میلاد النبی ﷺ کا دل کش منظر سپرد قلم کیا ہے۔ ان کی محفل میلاد میں اکابر علماء اور اعظم صوفیا شرکت فرماتے تھے۔ مصنف محفل میلاد کے ایک چشم دید شاہد کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

”میں نے ملک مظفر کے جشن عید میلاد النبی میں بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر، دس ہزار مرغیاں اور فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت خود دیکھے۔ جو علماء اور صوفیا اس ضیافت میں شرکت فرماتے، ملک مظفر انھیں خلعتیں پہناتے، ملک مظفر میلاد شریف کی اس محفل پر تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے۔“

معروف نقاد محدث علامہ عبدالرحمن ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں میں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لیے یہ ایک بشارت ہے۔ شارح بخاری امام قسطلانی فرماتے ہیں: ”ربیع الاول چوں کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے۔ اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محفلوں کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں شرکت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محفلوں میں آپ میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت محبوب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن سے گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلاد مبارک کو عید منا کر ایسے شخص پر شدت کی جس دل میں مرض ہے۔ (المواہب اللدنیہ، ص: ۲۷)

سرور کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”صوموا الاثنتین لانی فی ولادت.“

دو شنبہ کو روزہ رکھو اس لیے کہ میں اسی دن پیدا ہوا۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم ولادت کی یاد باقی رکھنے کے لیے روزہ رکھنا مسنون ہے اور اسی کے حکم میں ہر وہ کار خیر ہے جس سے ولادتِ مصطفیٰ کی یاد کا رشتہ ہو۔ میلادِ مصطفیٰ کا نورانی سلسلہ بھی ولادتِ مصطفیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اس موقع پر اظہارِ مسرت کا فائدہ تو کافر تک کو ملتا ہے۔ بخاری شریف کی مشہور روایت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اس کو دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوش خبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلادِ مصطفیٰ پر اظہارِ مسرت کی برکت سے پیر کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف ہوتی ہے۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابوالخیر شمس الدین ابن جزری فرماتے ہیں:

”فاذا کان هذا الکافر الذی نزل بذمه جوزی فی النار بفرحه لیلۃ مولدہ بہ فما حال المسلم الموحد من امتہ علیہ السلام

یسر ہمولدہ و یبذل ما اتصل الیہ قدرتہ فی محبتہ ﷺ لعمری انما یکون جزاۃ من اللہ الکریم ان یدخلہ جنات النعیم۔“

جب ولادتِ مصطفیٰ کی خوشی پر اس کافر کو انعام ملا جس کی مذمت قرآن میں آئی ہے تو کیا حال ہوگا! اس مسلمان امتی کا جو ولادتِ مصطفیٰ پر خوشی منائے اور حضور کی محبت میں امکان بھر خرچ کرے۔ بقسم اس کا انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناتِ نعیم ہے۔

محدثین اور اکابر علماء و مشائخ کی لمبی فہرست ہے جنھوں نے عید میلاد کی محفلوں کے جو از و استحسان پر کتابیں لکھیں اور برکات و حسنات کے ظہور پر رقم کیے۔ اب ہم یہاں اکابرین کے چند فرمودات نقل کرتے ہیں جو بر صغیر میں بلا تفریق سب کے نزدیک مسلم ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں: ”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں، البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض تیری ہی عنایت سے اس قابل اور لائق التفات ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری اور محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔“

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے، جہاں میلادِ پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحمین!

مجھے پکارتے ہیں کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہو گا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔“ (اخبار الاخیار، ۶۲۳، مطبوعہ کراچی)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: ”مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضور اقدس ﷺ کی نعت شریف اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام و اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے۔“ (مکتوب نمبر ۶۷، ج: ۱، ص: ۱۷۱)

مقتدائے ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: ”مکہ معظمہ میں حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا، یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو، میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔“ (فیوض الحرمین، ص: ۸۰-۸۱)

حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم کرتے ہیں: ”فقیر کے مکان پر ہر سال میں دو محفلیں منعقد ہوتی ہیں، ایک محفل میلاد اور دوسری شہادت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ سیکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں، درود و سلام و قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے، بعد ازاں کھانے پر ختم پڑھا جاتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا جاتا ہے اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر ہرگز نہ کرتا۔“ (فتاویٰ عزیز، ص: ۹۳)

شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں: ”ہمارے علما مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علما جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتہاع حریم کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد و تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں، کیوں کہ عالم خلق مقید زمان و مکان ہے، لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔“ (شائم امدادیہ، ص: ۹۳)

حضرت حاجی صاحب اپنا معمول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”مشرّب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔“ (فیصلہ ہفت مسئلہ، ص: ۹)

ناجیہ فرنگی محل حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: ”جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں، خلاف شرع کہتے ہیں۔“ دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ”جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حریم، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی رجب الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قراءت اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور رجب الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ رجب الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔“ (فتاویٰ عبدالحی، ج: ۲، ص: ۲۸۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے اسلاف و اکابر کی طرح عشق رسول ﷺ کا سوز و گداز عطا فرمائے۔ آمین۔

اب ہم نور و سرور والے اس ناتمام کا قصہ لطیف کا سلسلہ شاعر مشرق کے ایک آفاقی پیغام پر بند کرتے ہیں۔ عاشق رسول ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک انسانوں کی دماغی و قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہے وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مد نظر رکھیں تاکہ جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے لیے تین طریقے ہیں: ① - انفرادی طور پر درود و سلام پڑھنا۔ ② - اجتماعی طور پر محافل میلاد انبیا ﷺ منعقد کرنا۔ ③ - کسی مرشد کامل کی صحبت اختیار کرنا۔ (آثار اقبال، ص: ۳۰۵، مطبوعہ حیدرآباد دکن)

☆☆☆